مولانا نور عالم خلیل امینی *

عراق میں شکست: مگر کس کی؟

بغداد کے سقوط اور بدکار و بدکردار امریکیوں اور برطانویوں کے سامنے عراق کے پسپا ہو جانے کا صدمہ ناقابل بیان حد تک دل دوز تھا اور ہے۔ ساری امتِ مسلمہ کو دنیا کے کونے کونے میں، اس کی وجہ سے جو رنج و غم لاحق ہوا اور جس قلبی اذیت اور ذہنی کرب کا احساس ہوا، اس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ یہ غم اور یہ احساس الم اس امت کیلئے قدرتی بات ہے، جس کو خدائے بزرگ و برتر نے احساس عزت اور خودداری وحمیت کی بے پایاں دولت سے نوازا ہے۔ یہ معززانہ احساس خدائے لم یزل کے اس برترین اور بہترین دین کا فیضان ہے، جس کو خدا تعالیٰ نے سر بلندی کیلئے نازل کیا ہے؟ شکست و ریخت، مغلوبیت اور ناکامی اس کی فطرت کے یکسر خلاف ہے۔

سقوطِ عراق کا المیہ، صرف مسلم عوام ہی کے لئے باعث حزن و ملال نہیں، بلکہ مسلمانوں کے طبقہ خواص کو عام لوگوں سے سوادکھ ہوا ہے۔ یعنی علماء، دعاۃ، مفکرین اور اسلام اور مسلمانوں کے معاملات سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے تو یہ غم اور بھی دل گداز اور جگر کو شق کرنے والا ثابت ہوا ہے آپ اندازہ نہیں کرسکتے کہ لکھے پڑھے باشعور مسلم طبقے کا حال اس سے کتنا برا ہوا ہے کہ ان کا قلبی سکون، کام کرنے کی فرصت، سوچنے کی طاقت، لکھنے پڑھنے کی صلاحیت اور زندگی کے مختلف گوشوں میں سرگرم عمل رہنے کی ان کی اہلیت کو کس درجہ نقصان پہنچا ہے، کیونکہ یہ تنہا عراق پر قبضے کا معاملہ نہیں کہ وہ اپنے زخم جگر کو کسی طرح سی لیں اور اپنے دل کی رفوگری کا انتظام کرلیں، بلکہ یہ سارے خطے پر قبضے سے عبارت اور ساری امت کے غلام بنالینے کے مترادف ہے۔ یہ قبضہ برسوں کے منصوبہ بندی اور صہیونیوں اور صلیبیوں کی عرصے سے تیار کی جارہی اسکیم کا نتیجہ ہے۔ اس قبضے کے ذریعے مخصوص صہیونی وصلیبی اہداف کو بروئے کار لائے جانے کا مسئلہ اور اس کی خطرناک، امت مسلمہ کے چیدہ افراد کی نیند اڑائے دے رہی ہے۔ اس بھیانک منصوبے کے دوررس نتائج کو وہ سوچ سوچ کر مرے جارہے ہیں کہ خدانخواستہ مسلمانوں کے وہ بدترین دن شاید آچکے ہیں، جن کا ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے عرصے سے اندیشہ تھا۔

لیکن موجودہ المیہ اور دیگر حوالوں سے، یہ سوچ کر غم والم کی کیفیت میں کسی نہ کسی درجے میں کمی ضرور واقع

---

* رئیس تحریر 'الداعی' عربی - واستاذ ادب عربی دارالعلوم دیوبند

ہے کہ زخم خواہ کتنا گہرا ہو' خون کی کتنی ہی مقدار اس سے کیوں نہ رس جائے' بحیثیت مجموعی امت کے لئے جان لیوا ہرگز ثابت نہ ہوگا۔ نیز قادرِ مطلق اور حکمت وعلم والے خدا کی مرضی سے زخم کی گیرائی و گہرائی من حیث المجموع امت کے لئے بہ ہرصورت ایسی مایوس کن نہ ہوگی کہ کام کا حوصلہ' تاریخ رقم کرنے کا اس کا تسلسل موقوف ہو جائے اور پیہم کارناموں کی انجام دہی کی اس کی معجزانہ صلاحیت کو گھن لگ جائے اور اقوام وامم پر اس کی اخلاقی' اجتماعی' علمی' ثقافتی' تہذیبی' اور انسانی برتری کے تاریخی رفتار میں بالکلیہ رخنہ واقع ہو جائے۔ مصائب کا طوفان' آزمائشوں کی آندھی اور شدید زلزلوں کی کیفیت' امت کی اندرونی معنوی دفاعی طاقت کو نہ صرف جگاتی ہے بلکہ اس کے افراد کے اندر دین کی طرف بازروی کی طاقت وتحریک پیدا کرتی ہے۔ آزمائشیں جس درجہ شدید ہوتی ہیں' اسی درجہ ان سے ''چیلنج'' کی کیفیت رونما ہوتی ہے۔ چیلنج کا مزاج یہ ہے کہ وہ نہ صرف اونگھتے کو ہوشیار' بلکہ انتہائی خراٹے کی نیند سونے والے کو بیدار کردیتا ہے' انسانی جسم میں بلا کی قوت مدافعت ابھارکے' انسان کو جوش وجذبے' خوداعتمادی اور حوصلے کے ساتھ آگے بڑھنے پر آمادہ کردیتا اور اپنی ذات کے حوالے سے کسی بھی خطرے سے نبرد آزما ہونے کا یارا عطا کرتا ہے' اس کو یوں سمجھئے کہ جیسے کوئی شیخ فانی بسترِ مرگ پر پڑا کراہ رہا ہو' اس کے دست وبازو میں نوالہ توڑنے' گلاس کا پانی اٹھا کے منہ تک لے جانے کی طاقت نہ ہو' اچانک اس کو ایک عجیب اذیت ناک تجربے سے دوچار ہونا پڑ جائے۔ مثلاً یہ کہ اس کی اکلوتی جواں سال بیٹی تنہا گھر میں ہو' اس کی بوڑھی ذات کے سوا کوئی اور گھر میں اس کا سہارا نہ ہو' اچانک بدکاری کا رسیا کوئی جوان اس کے گھر میں گھس آئے' اور اس پر دست درازی کرنے لگے۔ وہ بوڑھا جو بستر سے اٹھ نہیں سکتا' اس صورت حال کو دیکھتے ہی بستر سے کود پڑتا ہے' اپنے اندر ایک خرقِ عادت طاقت محسوس کرتا ہے' وہ چارپائی کے قریب پڑے ہوئے ایک بوسیدہ ڈنڈے کو اس کے سر پر دے مارتا ہے اور وہ نامراد گرتا پڑتا اس کے گھر سے نکل بھاگتا ہے' بوڑھے کو اپنی عزت کی حفاظت اور اپنی سب سے عزیز آبرو کے دفاع کا احساس اس قدر خوشی ومسرت سے لبریز کردیتا ہے کہ وہ اپنی صحت میں غیر معمولی بہتری محسوس کرتا ہے' وہ اسی دن سے چلنے پھرنے لگتا ہے اور کم از کم گھر کی چہار دیواری کے اندر' اس کو کسی سے اپنی ذات کیلئے' کسی مدد کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

اللہ پاک نے اس دین کی حفاظت' اس کے تسلسل' اس کے ہر حال میں بارآور رہنے کی ضمانت دی ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحفظون (الحجر/۹)

''ہم نے آپ اتاری ہے یہ نصیحت اور ہم آپ اس کے نگہبان ہیں۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ)

دین اور اس کی کتاب کی حفاظت' اسی طرح ہوگی کہ دین کے ماننے والے من حیث المجموع باقی رہیں گے' دین کے نمائندے اور دین کی کتاب کی تعلیم پر عمل پیرا رہنے والے بہ ہرصورت ہر آن موجود رہیں گے' دین کی حفاظت اہل دین ہی کی بقا کی شکل میں ہوا کرے گی۔ لہٰذا یہ دین اپنی حفاظت اور اپنے ماننے والوں کی حفاظت کے حوالے سے

''خودکار'' واقع ہوا ہے' اس لئے کہ یہ رب العالمین کی طرف سے اپنے بندوں کیلئے منتخب کردہ اور پسندیدہ دین ہے۔

امت کو وقتاً فوقتاً جس آزمائش سے دوچار ہونا پڑتا ہے' مصیبت کی جس کٹھن گھڑی سے اس کو گزرنا پڑتا ہے اور اپنی طویل تاریخ کے دورانئے میں' اس کو جن مکروہات اور جگر خراش واقعات سے دوچار ہونا پڑتا ہے' ان میں اللہ پاک کی بڑی حکمت ہوتی ہے۔ اگر ہمیں اللہ پر یقین ہے اور ضرور ہے تو ہمیں اس حکمت پر ایمان رکھنا ہوگا' حکمت یہ ہے کہ نیک و بد کی پہچان ہو جائے' سچے اور جھوٹے کا فرق نمایاں ہو جائے' محض دعوے دار اور واقعی وفادار کی شناخت قائم ہو جائے۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لایفتنون (العنکبوت/۲)

''کیا یہ سمجھتے ہیں لوگ کہ چھوٹ جائیں گے اتنا کہہ کر کہ ہم یقین لائے اور ان کی جانچ نہ ہوگی۔''

نیز یہ کہ امت پر جو برا وقت آتا ہے وہ قرآن پاک کے ارشاد کے مطابق اس کے افراد کے برے کرتوت کی وجہ سے آتا ہے' اولادِ آدم کا اپنی قسمت کو بگاڑنے اور اپنے نصیبے کو اجاڑنے کا عمل کیا کچھ کم ہے جو ان کی مصیبت کے وقت کسی اور سبب کو تلاش کیا جائے؟!

ظھر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس لیذیقھم بعض الذی عملوا لعلھم یرجعون (الروم/۴۱)

''پھیل پڑی ہے خرابی جنگل میں اور دریا میں لوگوں کے ہاتھ کی کمائی سے' چکھانا چاہیے ان کو کچھ مزہ' ان کے کام کا تاکہ وہ پھر آئیں''

جبکہ وہ خدائے غفار و رحیم' ہمارے بہت سے گناہوں پر خط عفو پھیرتا اور اپنی شان کریمی سے ہماری طرف سے بے حد و حساب چشم پوشی بھی کرتا رہتا ہے:

وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم و یعفو عن کثیر (الشوری/۳۰)

''اور جو پڑے تم پر کوئی سختی سو وہ بدلہ ہے اس کا جو کمایا تمہارے ہاتھوں نے اور وہ معاف کرتا ہے بہت سے گناہ''

اسی کے ساتھ یہ بھی ذہن نشین رکھنا ہے جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا کہ ہم جن مصائب و آلام سے دوچار ہوتے ہیں' ان میں خدا کی مرضی اور اس کی مصلحت شامل ہوتی ہے اس کی اجازت اور مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہوتا' کائنات کے ہر حرکت و سکون میں اس کی تقدیر و تدبیر کا دخل ہوتا ہے۔ رسول کے خلاف بنائے گئے باغیانہ' عاصیانہ اور غلط کارانہ اصول وضوابط کے علم برداروں کو ہی منہ دیکھنا پڑا۔ حق پرست' حق پر قائم' حق کا دفاع کرنے والے پابند و فا مذہبی اصولوں اور طریقہ ہائے کار کو کسی ذلت و ہزیمت کا سامنا نہیں ہوا۔ وہ اصول وضوابط جن پر کاربند رہنے والوں کو نہ تو کبھی کسی کی ملامت کا خدشہ رہا اور نہ ہی کسی جابر و ظالم کے سامنے حق بات کہنے سے انہوں نے کوئی باک محسوس کیا۔ متعدد اہل قلم نے لکھا ہے کہ ۱۹۶۷ء کی اسرائیل عرب جنگ میں' جب عربوں کو دردناک ہزیمت ہوئی' جس کے نتیجے میں مسجد اقصیٰ

کے ساتھ ساتھ اسرائیل نے مصر و شام و اردن کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کرلیا' جن پر اب تک اس کا قبضہ برقرار ہے' تو مصر کے ایک بڑے بزرگ داعی اور مفسر قرآن شیخ محمد متولی شعراوی (متوفی ۲۲ صفر ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۷ جون ۱۹۹۸ء) اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوئے' شکرانے کی نماز پڑھی اور خالق کائنات کی بے پناہ حمد و ثنا کی' حالانکہ یہ شکست امت کیلئے خاصی حوصلہ شکن اور کمر توڑ ثابت ہوئی اور امت اس کے عواقب سے ہنوز جانبر نہ ہوسکی اور نہ معلوم کب تک اس کے بھیانک نتائج سے مسلمانوں اور عربوں کو دوچار رہنا پڑے گا' شیخ سے بہت سے لوگوں نے متعجبانہ پوچھا کہ آپنے اس شکست پر اظہار مسرت یا اظہار (اطمینان کیوں کیا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ان کا اظہار اطمینان اور اللہ کے حضور سجدہ ریزی اس اصول کی شکست کے حوالے سے ہے' جس کی جمال عبدالناصر (۱۹۱۸۔۱۹۷۰ء) اور ان کے ایسے عربی قومیت کے علم بردار کررہے ہیں۔ ظاہر ہے یہ اصول اور یہ راہ عمل قطعی اسلام مخالف تھا' اگر جمال عبدالناصر کو فتح مل جاتی' تو اس کا غرور اس کو مزید بے راہ روی اور ظلم و جور پر آمادہ کرتا اور مسلمانانِ عالم عموماً اور عرب خصوصاً' اپنے دین و عقیدے کے تعلق سے بڑے فتنے کا شکار ہو جاتے۔

لہذا عراق کی شکست اور امریکہ و برطانیہ کی فتح خواہ کتنی ہی المناک کیوں نہ ہو' یہ اسلام کی شکست نہیں اور نہ ہی یہ مجموعی طور پر امت کی شکست ہے اور نہ ہی اسلامی تاریخ کی رفتارِ مسلسل کی شکست ہے' اس لئے کہ اس جنگ میں اسلام کو کوئی عمل دخل نہ تھا' وہ تو اس سے بالکلیہ علیحدہ رکھا گیا تھا' اس لئے کہ انقلاب پسند بعثی صدام حسین نے' جو اسلامی احکام سے ہمیشہ برسرپیکار اور محرکات دین کا شدید مخالف رہا اور اس کے ساتھ کے لوگوں نے کبھی اسلام کو اپنا رول ادا کرنے کا موقع ہی کب دیا تھا' صدام یا اس کے لوگ کسی بھی حیثیت سے اسلام کے نمائندے نہیں تھے کہ کہا جائے کہ امریکہ عراق جنگ میں خدانخواستہ اسلام کو پسپائی ہوئی۔

لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ امریکہ اور برطانیہ نے عراق کو جو تباہ و برباد کیا' عراقیوں کا جس طرح قتل عام کیا' عراقی تہذیب و تاریخ کو جس طرح پامال کیا اور اب جس طرح وہ عراق کے زبردستی حکمران بن بیٹھے ہیں اور جس طرح پوری دنیا اور اقوام متحدہ کی مخالفت کے باوجود عراق پر حملہ کیا اور اس پر شب و روز بموں اور آتش و آہن کی بارش کی' تو ان دونوں نے ٹھیک ہی کیا' بلکہ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ عراق کی ہزیمت سے امت کو جو چوٹ لگی ہے' دل و جگر جس طرح خون ہوئے ہیں' غم والم سے جس طرح سینہ شق ہوا جارہا ہے' یہ شکست اسلام کیا کیا دھرا نہیں اور نہ اس میں اس امت مسلمہ کا کوئی قصور ہے جو نیکی کے فروغ اور بدی کے ازالے اور اللہ و رسول کی وفاداری اور انسانوں کی بھلائی کے لئے معرضِ وجود میں لائی گئی ہے۔ یہ شکست و رسوائی بعثیوں' قومیت کے دعوے داروں اور انقلاب و ترقی کا دم بھرنے والے ان حکمرانوں اور قائدین کی دین ہے' جنہوں نے ملک اور قوم سے غداری کی اور امریکہ و برطانیہ کو اس کا موقع دیا کہ وہ زبردست استعماری منصوبوں کے تحت' عراق پر چڑھائی کرکے' اس کو مغلوب کرلیں اور اس سارے

اسلامی خطے کو غلام بنالینے کی راہ پیدا کرلیں۔

اس سلسلے میں بہت سے اسلام پسند قلم کاروں، مفکروں اور داعیوں نے متعدد ٹھوس شواہد کی طرف اشارہ کیا ہے جن میں انتہائی واضح ثبوت یہ ہے کہ صدام حسین اور اس کے لوگ اچانک مشکوک طور پر غائب ہو گئے اور ملک وقوم کو امریکی و برطانوی بھیڑیوں کے حوالے کردیا، اسی لئے امریکی افواج کی طرف سے ان کی تلاش کے حوالے سے کوئی سنجیدہ کوشش سامنے نہیں آرہی بلکہ پیہم اس طرح کی خبریں آرہی ہیں (جیسا کہ اخبار ''نیویارک ٹائمز'' نے بھی کہا ہے) کہ بعض گائیڈوں کے ذریعے ٹھوس معلومات ملنے کے بعد بھی، امریکہ نے صدام کو بغداد میں گرفتار کرنے میں، کوئی دلچسپی نہیں دکھائی، بلکہ گرفتاری سے گریز کیا۔ اخبار نے مزید کہا ہے کہ متعدد عراقی افسران کی گرفتاری کو جو امریکی افسران اچھال رہے ہیں، تو یہ گرفتاری انہوں نے نہیں کی، بلکہ عراقی افسران نے از خود اپنے کو امریکیوں کے حوالے کرادی، تجزیہ نگاروں نے یہ بات بطور خاص نوٹ کی ہے کہ امریکہ نے صدام کا پتہ بتانے کے لئے جو انعامی رقم مخصوص کی ہے، اس کو صدام اور اس کے لوگوں کے بھیانک جرائم سے کوئی نسبت نہیں، نیز یہ رپورٹیں بھی کثرت سے آرہی ہیں کہ صدام اور امریکی افواج کے مابین یہ معاملہ طے ہو گیا تھا، کہ امریکی افواج صدام، اس کے اہل خانہ اور اس کے خاص لوگوں کو زندہ بچ کے نکل جانے کی راہ دے دیں اور اس کے بدلے میں وہ عراق پر قبضہ کرلیں۔

اس سلسلے میں یہ ثبوت بھی بہت ٹھوس نظر آتا ہے کہ صدام حسین اور اس کے ساتھیوں نے امریکہ کی زبردست ٹیکنالوجی والی عسکری طاقت کو بالقصد ہیچ سمجھا جس کی اس وقت کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں اور عراقی عوام اور امت مسلمہ کو یہ باور کرایا کہ وہ امریکہ اور برطانیہ کو، روایتی زنگ آلود ہتھیاروں سے، بغیر کسی فضائی طاقت کے، محض بڑے بڑے بول کے ذریعے اور بلند بانگ ہمالیائی دعووں کے بل بوتے پر بالکلیہ ہرادیں گے، اور عراق کے صحرا میں امریکیوں کو زندہ دفن کردیں گے، حالانکہ ان کے پاس کسی ایسے عمل کا اثاثہ موجود نہیں تھا، جس سے اللہ ورسول کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے، اللہ کی مدد متوجہ ہوتی ہے، اور جس سے دشمن کے زبردست سامان ضرب وحرب اور مومن کی استطاعت بھر تھوڑے اسباب دفاع میں توازن کی کوئی شکل پیدا ہوتی ہے۔

ظاہر ہے کہ صدام یا ان کے لوگوں نے اس سلسلے میں جس رویے کا اظہار کیا، یہی درحقیقت ان سارے لوگوں کا رویہ ہوا کرتا ہے، جو بڑے بول کے قارون اور عقیدہ وعمل کے حوالے سے مفلس محض ہوتے ہیں۔ صدام کے پیش رو جمال عبدالناصر کا بھی یہی حال تھا، لیکن اس کا دعوی تھا کہ وہ اسرائیل کو سمندر میں غرق کردے گا اور قضا وقدر کے ہاتھ سے زبردستی فتح ونصرت کو چھین لے گا، لیکن اسکو آخرت سے پہلے دنیا کی رسوائی اور تاریخی ہزیمت کا منہ دیکھنا پڑا جس کو اب تاریخ نے اچھی طرح ریکارڈ کرلیا ہے، تاکہ رہتی دنیا تک لوگوں کیلئے یہ باعث عبرت ہو۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۱۹ پر)